اجتماعی عبادت اور دعاؤں کی تحریک

(فرمودہ ۲۲/ مارچ ۱۹۳۵ء)

تشہّد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں نے دو جمعے گزرے کہ جماعت کو خصوصیت کے ساتھ سات روزے رکھنے اور اس فتنہ کے بارے میں جو اس وقت جماعت کے خلاف اُٹھ رہا ہے دعائیں کرنے کے لئے کہا تھا مجھے افسوس ہے کہ ہمارے سلسلہ کے اخبارات نے اس مضمون کو وہ اہمیت نہیں دی جو دینی چاہئے تھی یعنی اس اعلان کو صرف ایک دفعہ شائع کر کے بند کر دیا حالانکہ ہزارہا لوگ ایسے ہیں جو کبھی اخبار کا کوئی صفحہ پڑھ لیتے ہیں اور کبھی کوئی انہیں اتنی فرصت نہیں ہوتی کہ سارا اخبار پڑھیں ۔اشاعت کا اصول اس امر کا متقاضی ہے کہ مضمون کو تکرار کے ساتھ اور بار بار مختلف شکلوں میں سامنے لایا جائے لیکن ایسا نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے بالکل ممکن ہے کہ ہزاروں ایسے لوگ ہوں جو اس جمعرات کو ہمارے ساتھ دعاؤں میں شامل نہ ہو سکے ہوں مَیں نے اگر ایک دن مقرر کیا تھا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ میں اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہوں کہ اجتماعی عبادت اور دعا انفرادی عبادت اور دعا سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے ورنہ میں کہہ سکتا تھا کہ سات روزے رکھ لئے جائیں ۔کوئی کسی دن رکھ لیتا اور کوئی کسی دن، کوئی مسلسل رکھ لیتا اور کوئی وقفہ سے اور اس طرح سات کا عدد پورا ہو جاتا مگر اس طرح اجتماعی عبادت اور دعا کا مقصد پورا نہ ہوتا یہی وجہ ہے کہ میں نے ایک دن کا انتخاب کیا اور تمام جماعت سے خواہش کی کہ ایک خاص دن کو سب روزے رکھیں تا اس دن جماعت خصوصیت سے عبادت کرے اور اللہ تعالیٰ کے فضل

کو طلب کرے۔ اس دن کے لئے میں نے خاص طور پر دو دعائیں بتائی تھیں تا علاوہ اور دعاؤں کے دو دعائیں ایسی ہوں جن میں جماعت متحد ہو۔ اگر ہر شخص اپنے اپنے طور پر دعا کرتا تو کوئی کچھ دعا کرتا اور کوئی کچھ لیکن جس طرح انفرادی عبادت اجتماعی عبادت کا مقابلہ نہیں کر سکتی اسی طرح انفرادی دعا بھی اجتماعی دعا کا مقابلہ نہیں کر سکتی جب سارے کے سارے مل کر ایک چیز اللہ تعالیٰ سے مانگیں تو یہ بہت مفید ہوتا ہے۔ اس طرح کمزور کو طاقتور سے طاقت ملتی ہے اور طاقتور کو کمزور سے۔ یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ کمزور سے طاقتور کو کس طرح طاقت مل سکتی ہے کیونکہ کمزور سے کمزور انسانوں کا مجموعہ بھی طاقتوروں کی امداد کا موجب ہو سکتا ہے بہت سے بچے اگر مل جائیں تو ایک طاقتور انسان ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اس میں شبہ نہیں کہ بعض بندے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی دعائیں ہزاروں انسانوں کی دعاؤں سے زیادہ سنی جاتی ہیں لیکن اگر ایسے بندے کی دعاؤں کے ساتھ پچاس ہزار یا لاکھ ڈیڑھ لاکھ اور لوگوں کی دعائیں بھی مل جائیں تو وہ دعا اور زیادہ مؤثر اور طاقتور ہو جائے گی۔ اس میں شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کی دعائیں ساری دنیا سے زیادہ سنی جاتی ہیں مگر یہ مقابلہ کفر و اسلام میں ہوتا ہے اسلام اسلام میں نہیں۔ جن کی دعائیں ساری دنیا کے مقابلے میں سنی جاتی ہیں ان کی ایسی دعائیں کفر کے مقابلہ میں ہوتی ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی ایسی دعائیں عیسائیوں، یہودیوں اور بت پرستوں کے مقابلے میں ہوتی تھیں۔ صحابہ کی اور آپ کی دعائیں ایک ہی غرض کے لئے ہوتی تھیں اس لئے ان میں مقابلہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بہرحال صحابہ کی دعائیں آپ کی دعا کے ساتھ مل کر زیادہ مؤثر ہو جاتی تھیں اسی لئے صحابہ کو آپ دعا کی تحریک فرماتے رہتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی دوسروں کو دعا کے لئے کہا کرتے تھے بلکہ بعض اوقات بچوں کو بھی دعا کی تحریک کرتے تھے مجھ سے بھی آپ کئی مواقع پر دعا کے لئے کہا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ آپ نے مجھے دعا کے لئے فرمایا اُس وقت میری عمر صرف نو سال کی تھی اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے کہ جہاں روحانی عالم میں طاقتور کی دعا اس لئے سنی جاتی ہے کہ وہ مقبول ہے وہاں کمزور کی اس لئے سنی جاتی ہے کہ وہ رحم کا زیادہ مستحق ہے۔ بعض مواقع پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کمزور کی دعا زیادہ جلدی قبول کر لیتی ہے کیونکہ وہ جانتی ہے کہ جسے روحانی طاقت حاصل ہے اسکی دعا

اگر جلدی نہ بھی قبول کی گئی تو یہ امر اس کے ایمان کی کمزوری کا موجب نہیں ہوسکتا لیکن کمزور کی طرف وہ فوراً لپکتی ہے کہ ایسا نہ ہو اسے ٹھوکر لگ جائے اسلئے دعا کرنے میں بہرحال کُل جزو سے زیادہ اہم ہے اور کُل میں طاقتور اور کمزور دونوں شامل ہیں اس لئے میں نے خواہش ظاہر کی تھی کہ تمام جماعت ایک وقت میں ایک ہی قسم کی دعائیں کرے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کا ایک بہت بڑا حصہ اس سے اخبارات کی سُستی کے باعث محروم رہا ہے۔ مجھے خود بھی ان ایام میں وقت نہیں مل سکا کہ میں بار بار توجہ دلاؤں۔ آٹھ دس روز تک میں ارادہ کرتا رہا کہ دوستوں کو اخبار کے ذریعہ دوبارہ توجہ دلاؤں مگر اس کے لئے موقع نہ مل سکا اس لئے میں اس خطبہ کے ذریعہ پھر جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس تحریک کو معمولی بات نہ سمجھیں بلکہ جتنے لوگ بھی روزہ کی طاقت رکھتے ہیں سب رکھیں اور جن سے یہ روزہ رہ گیا ہے وہ بعد میں رکھ لیں۔ سات روزے پھیلا کر میں نے اس لئے مقرر کئے تھے کہ ہندوستان سے باہر کے لوگ بھی اس میں کچھ نہ کچھ حصہ لے سکیں۔ میں نے دو ہفتہ پہلے اعلان کیا تھا اور دو ہفتہ میں بہت سے بیرونِ ہند کے مقامات پر ڈاک پہنچ جاتی ہے۔ پھر کئی لوگوں کو ان کے دوست ہوائی ڈاک سے اطلاع دے دیتے ہیں پھر قریباً ساری دنیا میں ایک ماہ کے اندر اندر ڈاک پہنچ جاتی ہے اور اس طرح ایسے مقامات کے لوگ زیادہ سے زیادہ دو روزوں میں شریک نہ ہو سکتے اور پانچ میں وہ بھی شریک ہو سکتے اور باقی دو وہ اپنے اپنے ملک کے لحاظ سے اجتماعی طور پر رکھ لیتے۔ پس جو لوگ استطاعت رکھتے ہوں وہ یہ روزے ضرور رکھیں۔ باقی رہی دعا سو وہ روزوں سے مخصوص نہیں یہ روزانہ ہونی چاہئے اور اس کے لئے بچوں اور عورتوں میں بھی تحریک کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو دعا سکھائی کہ رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ [1]۔ اس کے متعلق فرمایا کہ یہ اسمِ اعظم ہے اور ہر مصیبت سے نجات کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اس زمانہ کے لئے اسمِ اعظم قرار دیا ہے۔ اسمِ اعظم ہر زمانہ کے لئے الگ الگ ہوتے ہیں اگر اس بات کو تسلیم نہ کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں اسمِ اعظم کوئی نہ تھا حالانکہ کوئی نعمت ایسی نہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو نہ ملی ہو پس ماننا پڑے گا کہ ہر زمانہ میں اسمِ اعظم الگ ہوتا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں آپ کے حالات کے مطابق تھا اور اس زمانہ میں موجودہ حالات کے مطابق، اللہ تعالیٰ کی صفات مختلف دَوروں سے تعلق رکھتی ہیں

بعض زمانوں میں بعض صفات کا اظہار ہوتا ہے اور بعض میں بعض اور کا۔ اور اس دعا سے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سکھائی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ حفیظ، ناصر یانصیر، رحیم یا رحمٰن کی اس زمانہ میں بندوں کو زیادہ احتیاج ہے۔ اس میں شُبہ نہیں کہ جس قدر مکمل نظام مخالفت کا اس زمانہ میں ہے وہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں دشمنوں کا نہیں تھا۔ اُس زمانہ میں انفرادی مقابلہ تھا کفر وشرک کو اجتماعی طاقت حاصل نہ تھی جو آج ہے۔ آپ کو پہلا مقابلہ عرب سے پڑا جہاں کوئی حکومت ہی نہ تھی، مکہ میں الگ، مدینہ میں الگ اور یمامہ میں الگ انتظام تھا، اسی طرح ہر گاؤں اور ہر بستی کی حکومت علیحدہ تھی اور ایک شخص ایک حکومت سے نکل کر جھٹ دوسری حکومت میں جا سکتا تھا مگر آج چند متّحد الخیال حکومتوں نے سب دنیا پر غلبہ حاصل کیا ہؤا ہے۔ اس زمانہ میں اصل طاقت یورپ اور امریکہ کی ہے۔ جاپان بے شک ایک علیحدہ ہستی ہے مگر ان کے مقابلہ میں وہ کچھ نہیں۔ مذہبی نقطہ نگاہ سے عیسائیت ساری دنیا پر چھائی ہوئی ہے اور جس کی مخالف یہ ہو اُسے دنیا میں کوئی پناہ نہیں ملتی اس لئے اس زمانہ میں حفاظت، نصرت اور رحم کا سوال بہت خصوصیت رکھتا ہے۔ پھر رسول کریم ﷺ کی زندگی میں آپ کو بادشاہت بھی حاصل ہوگئی تھی اور اس وجہ سے آپ غیر کی حفاظت کے محتاج نہ رہے تھے اور بعد میں تو ساری دنیا پر مسلمانوں کی حکومت ہوگئی مگر اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ اسلام کی حفاظت دلائل سے کرے اور احمدیت کو عرصہ تک حکومت سے علیحدہ رکھے کیونکہ دشمنوں نے یہ دھوکا کھایا تھا یا وہ یہ فریب دینا چاہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں مسلمانوں نے تلوار چلائی اور اس وجہ سے اسلام پھیل گیا۔ گو یہ اعتراض لغو، بے ہودہ اور غلط ہے اور رسول کریم ﷺ کی زندگی اپنی ذات میں اس امر پر شاہد ہے کہ یہ اعتراض غلط ہے اور اسلام کا نور دلائل اور براہین سے پھیلا ہے اور صحابہ کرام کی مقدس زندگیوں کے نمونہ سے اس کی اشاعت ہوئی ہے لیکن بہرحال چونکہ اس زمانہ میں تلوار چلائی گئی اس وجہ سے دشمن کو اس اعتراض کا موقع ملا لیکن غیرتِ الٰہی نے تقاضا کیا کہ وہ اس زمانہ میں اسلام کو بغیر تلوار کے پھیلا کر یہ ثابت کر دے کہ یہ اعتراض بے ہودہ ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شاگرد دلائل سے اسلام پھیلا سکتا ہے تو آپ کیوں نہیں پھیلا سکتے تھے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اسلام کو دلائل سے پھیلا کر اللہ تعالیٰ ان

دشمنوں کا منہ بند کرنا چاہتا ہے جو کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے ہی پھیل سکتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ احمدیت ایک عرصہ تک حکومت سے محروم رہے اور اسے مظلوم بنایا جائے۔ احمدی طرح طرح کے مظالم کا تختۂ مشق ہوں تا ان کی کمزوریوں اور ان پر ظلموں کو دیکھ کر ہر شخص یہ کہنے پر مجبور ہو کہ اس کی ترقی محض خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوئی ہے ورنہ کوئی صورت نہ تھی۔ پس اللہ تعالیٰ کی حفاظت، نصرت اور رحم کی صفات کے ظہور کا یہ ایک خاص زمانہ ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان صفات کو چُن کر ہماری جماعت کے سامنے رکھا تا ہم خصوصیت سے ان کو یاد کریں اور ان میں جوش پیدا ہو اور سلسلہ کی ترقی میں کوئی روک پیدا نہ ہو سکے۔ رَبِّ کُلُّ شَیْئٍ خَادِمُکَ میں یہ بتایا ہے کہ الٰہی! ہم بہت ادنیٰ حالت میں ہیں، غلام ہیں اور دنیا میں ہر جگہ محکوم ہیں، کہیں عیسائی ہم پر حاکم ہیں تو کہیں ہندو، کہیں دوسرے مسلمان کہلانے والے ہیں تو کہیں کنفیوشس کے پَیرو ہم پر حاکم ہیں، ہماری حکومت کہیں بھی نہیں اور ہم دنیا کے خادم ہیں مگر اے ربّ! جن کے ہم خادم ہیں وہ بھی تیرے خادم اور تیری حکومت کے تابع ہیں۔ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ تو ان کا آقا ہے اور ہم مظلوم ہیں ان کے مظالم سے تو ہماری حفاظت کر اور نصرت کر اور رحم کر۔ اگر دُنیوی حکومتیں ہماری حفاظت نہیں کرتیں تو اے خدا! تو جو اِن حکومتوں پر بھی حاکم ہے ہماری حفاظت کر۔ اگر وہ لوگ جو اسلام کے نام میں ہمارے شریک ہیں، بجائے اس کے کہ اسلام کی خدمت میں ہماری مدد کریں ہماری مخالفت کرتے ہیں تو تو ہماری نصرت کر۔ وہ لوگ طاقتور ہیں اور ہم کمزور ہیں پس تو ہم پر رحم کر کہ تو سب سے بڑا طاقتور ہے۔ یہ دعا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ السلام کو سکھائی اور اسے اسمِ اعظم قرار دیا اس لئے اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنیکی طاقت ہے۔ اسمِ اعظم اسی دعا کو کہتے ہیں جو سب دعاؤں سے بھاری ہو اور مصائب کو ٹلا دیتی ہو۔

ایک سوال مجھ سے کیا گیا ہے کہ کیا یہ دعا جمع کے صیغہ میں بھی کی جاسکتی ہے اور کیا یہ الہامِ الٰہی میں دخل اندازی تو نہیں میں تو اکثر ایسا کرتا ہوں کیونکہ میری دعائیں ساری جماعت کے لئے ہوتی ہیں اور میں سمجھتا ہوں ایسا کرنا الہامِ الٰہی میں دخل اندازی نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے دعا کو آخر ایک لفظ میں ہی سکھانا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دعائیں آتی ہیں وہ ایک لفظ میں ہی ہوتی ہیں کبھی مفرد کے صیغہ میں کبھی جمع کے صیغہ میں۔ پھر دعا کرنے والے اپنے حالات کے مطابق اسے ڈھال

لیتے ہیں ۔ اگر ایک دعا کرے تو وہ مفرد صیغہ استعمال کرسکتا ہے، اگر کئی دعا کرنے والے ہوں تو وہ جمع کا صیغہ استعمال کر سکتے ہیں یہ ایسی بات ہے جیسے قرآن کریم میں احکام کا ذکر کرتے ہوئے اکثر ضمائر ذکور کے لئے ہیں لیکن ان میں مرد اور عورت دونوں مخاطب ہیں ۔ ان سے یہ دھوکا نہیں ہوسکتا کہ عورتیں اس حکم میں شامل نہیں ہیں بلکہ اس سے عورتوں کے لئے بھی استدلال کرلیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک خاص موقع پر یہ دعا سکھائی گئی اور آپ چونکہ اس کے مخاطب اول تھے۔ اس لئے نِیۡ کا لفظ استعمال کیا۔ اب ہمارے خلاف جماعتی فتنہ ہے اگر کوئی شخص اپنے جوش میں یہ دیکھتا ہے کہ اس کا وجود جماعت میں غائب ہوگیا ہے تو وہ نَـــا کا لفظ بھی استعمال کرسکتا ہے اور یہ الہام میں دست اندازی نہیں ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کی آیات کو اپنی عبارت میں بعض لفظ بدل کر استعمال کرلیا ہے گویا انہیں اپنا لیا ہے اور اگر قرآن کریم کی آیتیں اس طرح استعمال ہوسکتی ہیں تو یقیناً دعائیں بھی ہوسکتی ہیں ۔ پس جو لوگ اپنی حالت ایسی پائیں کہ اپنے آپکو منفرد دیکھیں، وہ نِیۡ کہہ لیں لیکن جو ایسی کیفیت محسوس کریں کہ گویا ان کا دکھ ساری جماعت کا دکھ ہے اور وہ سکھ اور رحم اپنے لئے نہیں مانگتے جب تک ساری جماعت کو نہ ملے وہ نَا کہہ لیں تو کوئی اعتراض کی بات نہیں ۔ ان باتوں کا انسان کے جذبات کے ساتھ تعلق ہے اور زبان جذبات کے ماتحت آتی ہے۔ انسان منافقت سے اسی وقت دور ہوتا ہے جب دل اور زبان دونوں متحد ہوں ورنہ نفاق چھا جاتا ہے۔

دوسری دعا جو رسول کریم ﷺ کی ہے۔ یہ دعا آپ اُس وقت مانگتے تھے جب قومی طور پر کوئی فساد دیکھتے ۔ کئی حدیثوں میں ہے جب آپ کو کسی قوم سے خوف ہوتا کہ اسلام کے مقابلہ پر کھڑی ہے اور اسے نقصان پہنچانا چاہتی ہے تو آپ اُس وقت یہ دعا مانگتے تھے **اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ**[۲] یہ دعا رسول کریم ﷺ کے دستور میں شامل ہے اور ایسے ہی موقع کے لئے ہے جب اقوام ایک جتھے کے طور پر جمع ہوکر اسلام پر حملہ آور ہوں اور چونکہ ہماری حالت بھی آجکل ایسی ہی ہے کہ سب قومیں حتّٰی کہ حکومت کا ایک حصہ بھی متحدہ طور پر ہمیں نقصان پہنچانے کے درپے ہے اس لئے اس دعا کے پڑھنے کا یہ خاص موقع ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ سے دشمن کے مقابلہ میں امداد چاہی گئی ہے دشمن کی طرف سے حملہ بھی دو طرح کا ہوتا ہے، ایک حملہ جو سامنے سے کیا جاتا ہے اور ایک وہ جو پیچھے سے ہوتا ہے جو سامنے سے کیا جائے اس کی زد چھاتی اور

سینہ ہوتی ہے۔ دشمن چھپ کر بھی کئی رنگ میں حملے کرتے ہیں کبھی اندر ہی اندر نفاق پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حکومت میں ریشہ دوانیاں کی جاتی ہیں اور اسے بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، ڈرایا جاتا ہے، لالچ دیا جاتا ہے اور یہ سب حملے وہ ہیں جو پیچھے سے کئے جاتے ہیں۔ اس دعا میں دونوں طریق کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ ظاہر حملہ کے لئے ہے۔ نَحَرْ چھاتی کے اوپر کے حصہ کو کہتے ہیں اس دعا میں پہلے اللہ تعالیٰ سے اس حملہ میں مدد مانگی گئی ہے جو سامنے سے آتا ہے دوسرے جملہ میں اس حملہ کا ذکر ہے جو پوشیدہ کیا جاتا ہے کئی دشمن منافق اور بزدل لوگ پوشیدہ حملے کرتے ہیں اور بعض اوقات بہادر دشمن بھی خُفیہ طریق اختیار کرتا ہے۔ اس دعا میں اللہ تعالیٰ سے درخواست ہے کہ ہمیں دسیسہ کاریوں [۳] اور مخفی شرارتوں کے بدانجام سے بچائے۔

مثلاً آج کل ہمارے خلاف جھوٹ بولا جاتا ہے ہم آرام سے قادیان میں بیٹھے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ہم لڑتے ہیں، فساد کرتے ہیں۔ ہم نے حکومت کی وہ خدمت کی ہے کہ بڑی بڑی تنخواہیں لینے والے افسر بھی نہیں کر سکے مگر ہمیں اس کا مخالف کہا جاتا ہے، ہم اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں لیکن کہا جاتا ہے کہ ہماری جماعت نے بعض حکام کو حرام زادہ کہا ہے، یہ سب باتیں مخفی طور پر کہی گئیں اور اگر حکومت کے بعض افسر بول نہ پڑتے تو ہمیں پتہ بھی نہ لگتا ایسے شرور سے اللہ تعالیٰ ہی بچا سکتا ہے۔ ان دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ یا تو بالا افسروں پر حق کو کھول دے گا اور انہیں شریر اور بدوضع لوگوں کے متعلق سمجھ عطا کر دے گا، وہ سچ اور جھوٹ کو نتھار سکیں گے اور اس کے بعد اگر وہ اصلاح کر لیں تو اللہ تعالیٰ کا رحم ان پر ہوگا لیکن اگر ضد کریں گے اور سمجھیں گے کہ ہم بادشاہ ہیں، حاکم ہیں جماعت خواہ کچھ کہے ہم اپنے ایجنٹوں کی بات ہی مانیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے منصوبوں کو توڑنے کے لئے ایسے سامان کر دے گا جو آسمانی ہوں گے اور ان کے ضرر سے ہمیں بچا لے گا اور ان سے بڑے حاکموں کو توفیق دے دے گا کہ ان کی ناانصافی کا ازالہ کر سکیں۔

پس ہمیں چاہئے کہ ان ہتھیاروں سے مقابلہ کریں جن کا مقابلہ کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سے تلواریں چھین لی ہیں تا ہم دلائل کے زور سے اسلام کو پھیلا کر اس اعتراض کو دور کریں جو اسلام کی اشاعت پر کیا جاتا ہے اس لئے تلوار، بندوق، توپ، مشین گن، بم اور دوسرے ایسے ہی ہتھیاروں سے مقابلہ کا خیال ہمارے وہموں سے بھی بالا ہے ہمیں پہلے دن سے ہی یہ سبق دیا گیا ہے

کہ مر کر نخلِ اسلام کی آبیاری کرنی ہے۔ دوسروں کا خون نہیں بہانا بلکہ اپنی گردنیں ان کی تلواروں کے نیچے رکھ دینی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ دو قسم کی قربانی چاہا کرتا ہے یا تو اس طرح کہ تلوار لو خود مر جاؤ یا دشمن کو مار دو اور یا پھر اس طرح کہ تلوار چھوڑ دو اور دشمن کے پاس چلے جاؤ اگر وہ تمہیں مار دے تو بے شک مر جاؤ، نہیں تو وہ تمہارا بھائی بن جائے گا۔

آج اللہ تعالیٰ ہم سے اسی قسم کی قربانی کا مطالبہ کرتا ہے کہ مر جاؤ، رعایا ہو کر حاکموں کے دل فتح کرو۔ اللہ تعالیٰ کے تمام کام اپنے اندر حکمت رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں مغل قوم کو اشاعتِ اسلام کے لئے اسی واسطے چُنا ہے کہ اسلام پر تلوار کے زور سے اشاعت کا جو اعتراض کیا جاتا ہے وہ دور ہو۔ مغل ہی ہیں جنہوں نے بغداد سے اسلامی خلافت کو مٹا دیا۔ مؤرخ لکھتے ہیں کہ اس سے زیادہ مصیبت اسلام پر اور کوئی نہیں آئی، اٹھارہ لاکھ مسلمان چند دنوں میں بغداد اور اس کے نواحی علاقہ میں قتل کر دیئے گئے۔ مسلمانوں کے لئے سوائے افریقہ اور سپین کے کوئی ایسی جگہ نہ تھی کہ جہاں وہ پناہ لے سکتے۔ سب خیال کر رہے تھے کہ کفر اسلام پر پھر غالب آ گیا لیکن اللہ تعالیٰ دکھانا چاہتا تھا کہ بادشاہ ہو کر بھی وہ اسلام میں داخل ہونگے چنانچہ وہی قوم تیسری پشت میں مسلمان ہوگئی، یہ پہلا ثبوت تھا اس بات کا کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔ اب پھر اللہ تعالیٰ نے مغلوں میں سے ہی ایک شخص کو چُنا ہے اور تلوار چھین کر دلائل کے ذریعے اسلام کی اشاعت کا کام اس کے سپرد کیا ہے۔ پس ہمارے لئے توپ، بندوق یا تلوار کا خیال کرنا بھی ناممکن ہے اگر ہم ایسا کریں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اپنے مقصودِ پیدائش کو باطل کرتے ہیں کیونکہ ہماری پیدائش کی بناء یہی ہے کہ ہم نے اسلام کو دلائل سے غالب کرنا ہے اور اگر ہم جبر سے کام لیں تو ان پیشگوئیوں کو خود ہی غلط ثابت کریں گے پس سچ یہی ہے کہ ہمیں حکومت اُسی وقت ملے گی جب جماعت مضبوط طور پر قائم ہو جائے گی تا یہ پوری طرح ثابت ہو جائے کہ ہم نے اسلام کو دلائل سے منوالیا ہے۔ ابھی تو ہر شخص ہمیں تکلیف پہنچاتا ہے جس کو کوئی کام بھی کرنے اور دنیا میں کوئی اہمیت حاصل کرنے کا خیال ہو وہ للچائی ہوئی نظروں سے ہماری طرف دیکھتا ہے۔ عیسائیوں کو زور آزمائی کا شوق ہوتا ہے تو ہماری طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، آریوں کو گالیاں دینے کا شوق چراتا ہے، مسلمانوں کو تیس مار خانی کا اظہار کرنا ہوتا ہے تو ہماری طرف ہی رُخ کرتے ہیں حکومت کے افسروں کو اپنی حکومت دکھانے کا شوق ہوتا ہے

تو وہ بھی ہمیں ہی دباتے ہیں اور خیال کر لیتے ہیں کہ یہ نرم نرم ہڈیاں خوب چبائی جاسکتی ہیں ۔غرضیکہ ہر ایک نظر ہم پر ہی پڑتی ہے ، ہر کوئی ہمیں تر نوالہ سمجھتا ہے ایسی صورت میں اگر اللہ تعالیٰ ہمیں تلوار دیدے تو یہ ثابت نہ ہو سکے گا کہ دین کی اشاعت دلائل سے ہوئی اور اسلام پر قدیم سے پڑنے والا اعتراض قائم کا قائم رہے گا اس لئے سب طاقت خدا کی ذات میں ہے ہماری توپ ، ہماری تلوار ، ہماری بندوق خدا ہے اور اس کی مدد کے ساتھ ہم وہ کام کر سکتے ہیں جو بندوق توپ اور تلوار سے نہیں ہوسکتا۔

میں نے کئی دفعہ ایک بزرگ کا قصہ سنایا ہے ان کے ہمسایہ میں بادشاہ کا کوئی درباری رہتا تھا جس کے ہاں ہر وقت رقص وسرود اور باجہ گاجہ کا شغل رہتا تھا گندے اشعار پڑھے جاتے تھے جن سے عورتوں کو تکلیف ہوتی تھی ، ان کی اپنی عبادت میں بھی خلل آتا اور لوگوں نے بھی آکر شکایات کیں انہوں نے اس شخص کو جا کر سمجھایا مگر وہ حکومت کے نشہ میں تھا اس نے کہا مجھے تم لوگوں کی کیا پرواہ ہے کون ہے جو ہمارے سامنے بول سکے ، ہم تمہاری بات نہیں سن سکتے ۔اس بزرگ نے کہا کہ پھر ہم تمہارا مقابلہ کریں گے ۔اُس نے اگلے روز دروازہ پر سپاہی لا کر کھڑے کر دیئے جیسے ہم پر دفعہ ۱۴۴ لگا دی گئی ہے اور کہا کہ تم کہتے تھے روک دیں گے اب شاہی فوج آ گئی ہے ، اب روک کر دکھاؤ ۔اُس بزرگ نے کہا کہ بے شک ہم نے کہا تھا مقابلہ کریں گے مگر یہ مقابلہ مادی طاقت سے نہیں بلکہ رات کے تیروں سے ہوگا اور جب میں نے کہا تھا کہ روک دیں گے تو یہ مطلب نہیں تھا کہ ڈنڈے کے زور سے روک دیں گے بلکہ مطلب یہ تھا کہ خدا سے اپیل کریں گے ہماری بھی مثال یہی ہے آج حکومت نے بھی ہمیں ذلیل کرنا چاہا ہے اور وہ لوگ جو نبی کریم ﷺ کے نام میں ہمارے شریک ہیں وہ بھی ہماری مخالفت کر رہے ہیں ۔ان کے نزدیک ہمارا جُرم یہ ہے کہ ہم دنیا پر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا تھا اور ہمارے وہ بھائی کہتے ہیں کہ یہ کہہ کر تم دین کو کمزور کرتے ہو لیکن ہم ان سے کہتے ہیں کہ تم اسلام اپنی گندی زندگیوں کا نام رکھتے ہو اور ہمارے نزدیک محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات کا نام اسلام ہے تم جس اسلام کو زندہ رکھنا چاہتے ہو ایسے اسلام اگر ہزار بھی مر جائیں تو ہم کو کوئی پرواہ نہیں ۔ہمارے مدِّ نظر یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ زندہ ہوں اور وہ اسلام زندہ ہو جسے آپ دنیا میں لائے ۔

غرضیکہ آج ہر قوم ہماری مخالفت پر کمر بستہ ہے اور ذلّت پہنچانا چاہتی ہے اور ہمارے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ اپنے رب کے پاس جائیں اور اسی سے کہیں کہ اے خدا! ہم ذلیل کئے گئے، ہمیں مسل دیا گیا، کچل دیا گیا، ہمارے ساتھ سخت ناانصافی کی گئی، ہمیں خواہ مخواہ تکالیف دی گئیں، ہماری دل آزاری کی گئی، توہین کی گئی اور ان مخالفوں کے مقابلہ کی ہم میں طاقت نہیں تو جو طاقت والا ہے خود اپنی طاقت دکھا۔ اے تمام بادشاہوں کے بادشاہ! تو اپنی بادشاہت دکھا۔ اے مالک! تو ہی اپنی ملکیت دکھا ان کے ہاتھ روک اور ہماری مدد کر۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر خدا تعالیٰ کے پاس جا کر روؤ گے، زاری کرو گے تو وہ تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ کیا ہم یونہی مظلوم ہو کر ظالم کہلاتے رہیں گے؟ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر یہ ہو تو دنیا سے خدا کا نام مٹ جائے خدا تعالیٰ غیور ہے، طاقتور ہے۔ ہم نے دنیا میں ہر شخص سے عجز وانکسار کا برتاؤ کیا اپنے بھائیوں سے بھی، غیر قوموں سے بھی اور حکمرانوں سے بھی کیا۔ ہم نے بار بار کہا کہ ہم کسی کے دشمن نہیں ہیں، خدا کی قسم! ہم سب کے خیر خواہ ہیں مگر ہماری باتوں کو ردّ کر دیا گیا، ہماری دوستی کو ٹھکرایا گیا، ہمارے اطاعت کے دعووں سے ہنسی کی گئی اور کہا گیا کہ یہ باغی ہیں۔ ہم پہلے بھی حکومت کے مطیع رہے ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے اور حسبِ سابق سب کی خیر خواہی مدِّ نظر رکھیں گے۔ تلوار سے لڑائی ہمارے لئے مقدر نہیں اور جنگ کے لئے یہ سلسلہ پیدا ہی نہیں ہوا۔ ہمیں جس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس میں ہم اسی طرح کامیاب ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کریں۔ پس میں ہوشیار کرتا ہوں ان لوگوں کو جن کی طاقت، قوت اور بھلائی کے لئے ہم کھڑے ہیں کہ وہ ظلم اور بے انصافی کو چھوڑ دیں، ہم محمد رسول اللہ ﷺ کے نام پر جان دینے والے اور دین کے لئے قربانیاں کرنے والے ہیں۔ پھر میں ہوشیار کرتا ہوں ہندوؤں اور سکھوں کو اور ان سے کہتا ہوں کہ خدا گواہ ہے ہم ان کے دشمن نہیں ہیں، ہم اسلام کو ان کے سامنے پیش کرتے ہیں اس لئے کہ اسی میں ہم ان کی نجات یقین کرتے ہیں ان کی تذلیل اور توہین ہمارے مدنظر نہیں بلکہ بھلائی مدنظر ہے، پھر حکومت سے کہتا ہوں کہ ہم حکومت کے خواہاں نہیں ہیں ہم خدمت کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ ہم نے بار بار کہا ہے کہ ہم حکومت نہیں چاہتے ہم تو چوہڑوں کے بھی خادم ہیں ہم پر بلا وجہ بدظنی نہ کی جائے، ہمیں مت ستاؤ خواہ مخواہ ہم پر دفعہ ۱۴۴ نافذ نہ کرو، ہمارے خلاف الزامات کی تلاش میں مت لگو، ہماری اطاعت کا نام بغاوت نہ رکھو، ہماری فرمانبرداری کو

شورش مت کہو اور اللہ تعالیٰ سے خوف کھاؤ کہ وہ تم پر بھی بادشاہ ہے خدا کو حاضر ناظر جان کر میں کہتا ہوں کہ اس کے سِوا ہمارے کوئی ارادے نہیں ہیں ہم سب کے خیر خواہ ہیں۔ظلم اور مخالفت ایک حد تک ہی چل سکتی ہے۔ہم نے یہ باتیں بار بار کہی ہیں مگر وہ باز نہیں آتے اس لئے اب خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں مگر یہ پھر بھی نہیں کہتے کہ خدا ان کو تباہ کر دے بلکہ صرف یہ دعا کرتے ہیں کہ ان کے دلوں کی اصلاح کر دے اور انہیں ٹھیک کر دے۔اگر وہ سمجھانے کے باوجود نہ سمجھیں تو ان کے شر سے ہم اس کی پناہ چاہتے ہیں اور اگر وہ اصلاح کر لیں تو اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔میں پھر کہتا ہوں کہ ہم ساری دنیا کے خیر خواہ ہیں لیکن پھر بھی اگر کوئی ہمیں دشمن سمجھتا ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ہم کسی کو اپنا دل چیر کر نہیں دکھا سکتے۔جب واقعات سب کے سامنے ہیں حکومت اگر چاہے تو آزاد کمیشن مقرر کر کے فیصلہ کر دے بلکہ ہم تو یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی انگریز کو ہی جج مقرر کر لو مگر ہمیں موقع دو کہ سارے حالات کو اس کے سامنے رکھیں ہمیں اس کا فیصلہ منظور ہوگا۔

میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ دعاؤں میں لگ جاؤ اور دعاؤں میں وہ رنگ پیدا کرو جس کے بعد اللہ تعالیٰ کا فضل نازل ہوتا ہے۔قدیم روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عذاب مقدر تھا وہ اس لئے ٹلا دیا گیا کہ ان کی قوم نے (جیسا کہ ان کی روایات سے پتہ چلتا ہے گو قرآن کریم میں ان تفصیلات کا ذکر نہیں) جب عذاب کے آثار دیکھے تو سب عورتیں، مرد، بچے، بوڑھے مویشیوں کو بھی ساتھ لے کر شہر سے باہر نکل گئے ٹاٹ کے کپڑے پہن لئے حتّٰی کہ امراء نے بھی امیرانہ لباس اُتار کر ٹاٹ کے کپڑے پہن لئے، ماؤں نے بچوں کو دودھ دینا بند کر دیا، جانوروں کو چارہ پانی سے محروم کر دیا گیا نتیجہ یہ ہوا کہ بچے بھوکے علیحدہ چیخیں مار رہے تھے، جانور علیحدہ بلبلا رہے تھے اور ایک کہرام مچ گیا۔تب خدا تعالیٰ نے کہا کہ گو ہم نے نبی سے عذاب کا وعدہ کیا ہوا تھا مگر یہ نظارہ نہیں دیکھا جاتا اور میں ان پر رحم کرتا ہوں۔پس اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس کے دشمنوں سے موعود عذاب کو ٹال دیا تھا تو اگر تم جو نبی کی قوم ہو اس کے آگے اسی طرح گڑگڑاؤ اور تضرع کرو تو وہ فضل نہ کرے گا؟ پس سب دعاؤں میں لگ جاؤ اور خصوصاً ہر جمعرات کی رات کو جس دن روزہ رکھنا ہے، سب اُٹھیں خواہ انہوں نے روزہ نہ بھی رکھنا ہو، عورتیں اور بچے بھی دعائیں کریں، جو حائضہ عورتیں نماز نہ پڑھ سکتی ہوں وہ بھی اُٹھ کر دعائیں کریں، گریہ

کریں اور کہیں کہ اے خدا! ہم ذلیل کئے گئے ، ہمیں کچل دیا گیا اس لئے کہ ہم رسول کریم ﷺ کا نام بلند کرتے ہیں ہماری عزت پر حملہ کیا گیا ہماری سچائی کی قدر نہیں کی گئی اب ہم تجھ ہی سے التجاء کرتے ہیں کہ ہماری مدد کے لئے اُتر۔ عورتوں کو بھی بچوں کو بھی دعائیں کرنے کی تحریک کرو اور خود بھی کرو۔ راتوں کو بھی اُٹھو جس طرح قیامت خیز زلزلہ کے وقت لوگ اٹھ بیٹھتے ہیں اور خوب دعائیں کرو ۔ جب زمین پر کہرام مچ جاتا ہے تو آسمان پر بھی شور پڑ جاتا ہے اور جب ملاءِ اعلیٰ میں اللہ تعالیٰ تحریک کرتا ہے تو زمین اس کی تابع ہو جاتی ہے اس لئے میں یہی نصیحت جماعت کو کرتا ہوں کہ ان دنوں کو اسی طرح استعمال کرو جس طرح استعمال کرنے کا حق ہے میں نے روزوں کے لئے سات دن رکھے ہیں ۔ سات تکمیل کا بھی عدد ہے اور اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ اس طرح چالیس دن پورے ہو جاتے ہیں اور اس طرح دو تکمیلیں جمع ہو جاتی ہیں اور عبادت پھیل بھی جاتی ہے ۔ پس ان دنوں میں خصوصیت سے دعائیں کرو اور سب کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحم مانگو۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی ایک روایت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ بیت الدعاء میں دعا کر رہے تھے اور آپ اس کمرہ میں رہتے تھے ۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کے لئے بیت الدعا کے اوپر بنوایا تھا۔ مولوی صاحب کی روایت ہے کہ مجھے کراہنے کی ایسی آواز آ رہی تھی جیسے کوئی عورت دردِ زِہ میں مبتلاء ہونے کی وجہ سے بیتاب ہو اور جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعا کر رہے تھے ۔ یہ طاعون کے ایام تھے آپ یہ دعا کر رہے تھے کہ خدایا! اگر یہ لوگ ہلاک ہو گئے تو ایمان کون لائے گا۔ سو آپ بھی پہلے یہی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے ، دلوں سے بغض و کینہ کو نکال دو اور ان ناراضگیوں ، ظلموں ، تعدیوں کو بھول جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے کہو کہ ان کو معاف کر دے ۔ ان کے سینے کو کھول دے لیکن اگر ان کے لئے سزا ہی مقدر ہو چکی ہے تو اے خدا! ہم تیرے دین ، تیرے رسول اور تیرے مسیح موعود کی عزت کے لئے نہ کہ اپنے لئے تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کے ہاتھوں کو روک دے اور ہم کو توفیق دے کہ تیرے دین کو دنیا میں پھیلا سکیں آمِیْنَ ثُمَّ آمِیْنَ ۔ (الفضل ۵ /اپریل ۱۹۳۵ء)

۱؎ تذکرہ طبع چہارم ، صفحہ ۶۵۴

۲؎ **ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب ما یقول الرجل اذا خاف قومًا۔**

۳؎ **دسیسہ کاری:** سازش کرنا ، فریب دینا۔ دھوکا دینا۔